

زیر لب:

غامدی صاحب کے کم بخت ناقدین: آئی برسات تو برسات نے دل توڑ دیا!

حسن الیاس، عمار ناصر اور عرفان شہزاد کی فریاد

کاشف علی خان شیروانی

بعض لوگ بھی کمال کرتے ہیں، سنجیدہ موضوعات میں طنز و مزاح اور ہنسی مذاق شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن فی الوقت ہمارا موضوع ایک نہایت حساس مسئلہ ہے۔ لہذا یہ طنز و مزاح کا موقع ہر گز نہیں ہے۔ اور ہم نہایت درد مندی سے تصویر الم کھینچ رہے ہیں۔ کبھی سنجیدگی سے بھی بات کر لینی چاہیے!

اچھی تنقید کا اصل مقصد احقاق حق ہوتا ہے۔ آنکھیں بند کر کے پیچھے چلنے والے کسی تنقیدی عمل کا نہ حصہ بن سکتے ہیں، نہ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ماڈرن اسلام کے علم بردار جب اسلاف پر تنقید کرتے ہیں، اور ان کی تکفیر و تضلیل کرتے ہیں، اس وقت ان کا نعرہ ہوتا ہے: "ہم بھی انسان ہیں اور اسلاف بھی انسان تھے"۔ اس وقت تنقید انسان کا بنیادی حق ہوتا ہے، اور اس کو فرض عین سمجھ کر کیا جاتا ہے، خواہ اس کی زد میں کوئی بھی کیوں نہ آجائے۔

لیکن جب خود ان پر تنقید شروع ہوئی، تو نوحہ اور بین شروع کر دیا۔ جگہ جگہ ناقدین کو گالم گلوچ شروع کر دی۔ ان کے اخلاقی رسوخ کا حال یہ ہے کہ جم کر مکالمے میں شرکت سے ہمیشہ پہلو ہتی کی ہے۔ خود تو ساری امت کی تکفیر کرنے میں بے باک ہیں، لیکن جب گرفت ہوئی تو جواب ندارد۔ اور جواب نہ دینے کے دس ہزار بہانے! جب سنہ ۲۰۰۹ء میں، جاوید غامدی صاحب پر حلقے کے اندر ہی سے، سابق صدر المودنادر عقیل انصاری صاحب نے غامدی صاحب کے دلالت قطعہ کے فاسد نظریے پر ٹھوس علمی تنقید کی، تو اس وقت جاوید غامدی صاحب نے تحریری معذرت کر لی۔ وجہ کیا بتائی؟ کبر سنی اور عدم الفرصتی! اب جب پے در پے تنقیدیں شروع ہوئیں، تو جن سے دفاع کی امیدیں بندھی تھیں، وہی پتے ہوا دینے لگے۔ نادر عقیل انصاری صاحب، پروفیسر مشتاق صاحب، زاہد مغل صاحب، جمیل اصغر جامی صاحب، اور جناب طارق محمود ہاشمی صاحب، ایسوسی ایٹ فیلو المودنادر، وغیرہ کی ٹھوس علمی تنقیدیں بارش کی طرح برس رہی ہیں۔ ان تنقیدوں پر حال یہ ہوا کہ بقول شاعر: کھاؤں کدھر کی چوٹ پچاؤں کدھر کی چوٹ! یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ برسات کی تمنا اور ساون کا انتظار ہو، کہ جب رَم جھم مینہ برسے گا، تو مزہ آئے گا، باغوں میں جھولے پڑیں گے، سکھیاں گانا گائیں گی، اور آسمان سے رس برسے گا۔ لیکن ہوا یہ کہ جب برسات آئی تو سیلاب میں لٹا ہی ڈوب گئی۔ اس پر نوحہ و بین نہیں ہو گا، تو کیا مسرت کے شادیانے بچیں گے؟ گزشتہ صدی میں جب مسلمانوں نے قادیانیوں کے گمراہ خیالات کی نقاب کشائی کی، تو ایک عظیم علمی تاریخ رقم ہوئی۔ سچ یہ ہے کہ غامدی صاحب کے فرقے کے

لیے قادیانی مسئلے کی تاریخ میں عبرت کی بہت ہی قیمتی نشانیاں موجود ہیں۔ اہل المورد کو شکوہ ہے کہ اب یہ کم بخت ناقدین ہمارے تعاقب میں ہیں۔

مثلاً حسن الیاس صاحب، ان تنقیدوں کے تناظر میں، غامدی صاحب کے متبعین کو کیا نصیحت کرتے ہیں وہ لائق مطالعہ ہے۔ ان کی نصیحت کا خلاصہ یہ ہے:

"یا معشر المتجددین! یہ خطاب ان نوجوانوں سے ہے جو جاوید غامدی صاحب سے "شرمنا ہیں۔ بھائیو اور بہنو! یاد رکھیے، کہ آپ فقط مقلدین کا ایک انبوہ ہیں۔ یہ درست ہے کہ اس فرقے کے استاذ امام کے نتائج فکر آپ کی جدیدیت کی وجہ سے آپ کو خوشنما نظر آتے ہیں۔ لیکن آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ان کے پیچھے استدلال کیا ہے۔ (جو شخص بغیر معرفت دلیل کے اپنے امام کے نتیجہ فکر کو تسلیم کرے، اسی کو مقلد کہتے ہیں)۔ لیکن، میں یہ نہیں کہہ رہا کہ آپ تقلید ہی کو چھوڑ دیں۔ آپ تقلید پر قائم رہیں۔ تقلید کے خلاف ہماری تقاریر کو آپ درست طریقے پر نہیں سمجھ سکے۔ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ ہم تقلید کے خلاف ہیں اگر دوسرے اماموں کی ہو۔ اگر ہمارے "امام" کی تقلید کریں تو یہ عین کارِ ثواب ہے۔ سو تقلید پر جازم رہیے۔ جو نتائج فکر آپ کو دل پسند ہیں، انہیں اختیار کیے رکھیں، کوئی غم نہیں اگر آپ کو دلائل کی کوئی خبر نہیں۔ بس ایک مہربانی کیجیے۔ ان کم بخت ناقدوں کی تنقید کا جواب دینے کی کوشش نہ کریں۔ آپ ہر جگہ بری طرح شکست کھا رہے ہیں، اور بے عزتی ہم سب کی ہو رہی ہے۔ یہ تنقیدیں وہ ہیں جن کا جواب استاذ امام غامدی صاحب بھی دینے سے معذرت کر چکے ہیں۔ آپ کیا بیچتے ہیں؟ لہذا تقلید پر عمل کیجیے، اور فرقے کے عقائد و نظریات کو دل و جان سے قبول کیے رکھیں۔ بس کھلے عام ان کا دفاع کرنے کی غلطی نہ کیجیے۔ اگر ایسا کیا، تو مایوسی آپ ہی کو ہوگی، دل آپ ہی کا ٹوٹے گا، کمپنی — معاف کیجیے، المورد کا دارہ — ذمہ دار نہ ہوگا۔"

دوسری جانب عمار خان ناصر صاحب ہیں۔ جب غامدی صاحب کی فرقہ وارانہ انتہا پسندی پر تنقید ہوئی، اور معلوم ہوا کہ انہوں نے تو عامۃ المسلمین کی تکفیر کر دی ہے، تو ناقدین کے دلائل کے وفور نے ساکت کر دیا۔ ایسے نازک موقع پر ان کی خاموشی کو ہر جگہ محسوس کیا گیا، اور سب سے بڑھ کر خود فرقے کے اندر اس پر غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ رفقاء نے سوال اٹھایا: "آپ تمام دنیا کے دورے تو ہماری فکر سے وابستگی کی وجہ سے، اور ہماری تائید سے کرتے ہیں، اس کے بغیر آپ بھلا ایک "انٹرنیشنل متجدد" بننے کا سوچ بھی سکتے تھے؟ لیکن جب ہم پر برا وقت آتا ہے، تو آپ بیک بنی دو گوش منظر سے غائب ہو جاتے ہیں، اور عرفان شہزاد، حسن الیاس، اور بشیر طاہر جیسے پیادے محاذ پر بھیجے جاتے ہیں، جو جلد ہی شہید ہو جاتے ہیں۔ فرقہ وارانہ حمیت بھی آخر کوئی چیز ہوتی ہے؟" اب ظاہر ہے کہ عمار ناصر صاحب کے ساتھ یہ سخت نانصافی اور زیادتی ہے۔ اہل المورد کی احسان فراموشی کا گلہ تو رعایت اللہ فاروقی صاحب بھی کر چکے ہیں، اور عمار ناصر صاحب بھی لگتا ہے المورد کی اسی سرد مہری کے قلیل ہیں۔ چنانچہ عمار ناصر صاحب کافی عرصہ خاموش رہنے کے بعد ایک واعظانہ تحریر کے ذریعے جلوہ گر ہوئے ہیں، جس میں خود غامدی صاحب کی فکر ہی کو ناچختہ اور طفلانہ قرار دے دیا ہے۔ جب کسی کار والے کو سڑک پر پولیس چالان کے لیے روکتی

ہے، تو منت کرتے ہوئے پاکستانی یہ ضرور کہتے ہیں: مجھے معاف کر دو، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں! کچھ اسی طرح کا مضبوط و محکم استدلال عمار خان ناصر صاحب کا بھی ہے۔ ان کے کلامِ بلیغ کا حاصل یہ ہے:

"یا معشر الناقدين! غامدی صاحب خواہ الہی اوپر ہونے والی تنقیدوں کے جواب میں اپنی کبر سنی کا عذر پیش کرتے ہوں، لیکن کیا آپ کو اس کا بھی کوئی احساس نہیں ہے کہ غامدی صاحب کی فکر ابھی کم سنی کے مرحلے میں ہے؟ یا حسرتاً! غفوانِ شباب کے دن آنے سے پہلے یہ غنچہ مر جھا رہا ہے۔ آپ رحم فرمائیے۔ اس پر ناقدانہ گرفت میں نرمی کیجیے، کہیں یہ نونہال طفولیت ہی میں موت سے ہم کنار نہ ہو جائے۔ میں تو اسی ڈر سے اس بحث میں شرکت کرنے سے گھبراتا ہوں، کہ اگر معارضے میں تیزی آئی تو "collateral damage" میں یہ فکری فنانہ ہو جائے۔ مغرب کے چائلڈ رائٹس نے یہ انسانیت بھی ہمیں سکھائی ہے، کہ نومولود افکار پر بھی رحم کرنا چاہیے۔ دیکھیے، یہ میری اخلاقی برتری کی دلیل ہے۔ رہی ان مباحثوں میں میری علمی شرکت، سو میں اُسے دور ہی سے سلام کرتا ہوں۔ اگر میں بھی اس بحث میں اترا، تو میری رہی سہی عزت سادات، جو برسوں جدید اسلام کے حق میں لکھ لکھ کر کمائی ہے، وہ بھی ہاتھ سے جائے گی۔ امام غامدی صاحب نے جو گند عامۃ المسلمین کی تکفیر کی بحث میں بکھیر دیا ہے، اسے سمیٹنے سے میرے ہاتھ بھی گندے ہوں گے، اور اگر میں نے بھی امام غزالی و مجدد الف ثانی کی تکفیر کا دفاع کیا، تو میرے بہت سے پیروکار، جنہیں میں پوری طرح اسلاف کے احترام سے غافل نہیں کر سکا، مجھے داغ مفارقت دے جائیں گے۔ اگر میرے ساتھ پیروکاروں کا جھگڑا نہ رہا، تو میں فکر غامدی کی خاک خدمت کر سکوں گا؟ سو فکر غامدی کی رسوائی اسی وجہ سے گوارا کر رہا ہوں، سامنے آکر فکر غامدی سے جرأت مندانہ تمسک سے اس لیے پرہیز کر رہا ہوں، کہ بڑا ہو کر اس کی خدمت کرنے کے لائق رہوں، ورنہ اس فکر کی اور رسوائی ہوگی۔ یہ اس فکر کے ساتھ میرے اخلاص و وفا شعار کی دلیل ہے۔ کھل کر لڑائی کرنا میرا نہیں بعض "بد فطرت" لوگوں کا طریقہ ہے۔ (ان "بد فطرت" لوگوں کا میں کھل کر نام نہیں لے سکتا، کیونکہ پھر لوگ ہمیں پہچان جائیں گے، اور ہماری اخلاقی برتری کا بھرم بھی ٹوٹ جائے گا، بس اتنا بتا سکتا ہوں کہ ان کے نام کے شروع میں "ر" اور آخر میں "فاروقی" آتا ہے!)۔ شہنشاہ غزل مہدی حسن کا شعر ہے: سامنے آ کے تجھ کو پکارا نہیں۔ تیری رسوائی مجھ کو گوارا نہیں۔ ہم اخلاقی اعتبار سے اتنے برتر ہیں، کہ اپنے بدخواہوں کی بھی رسوائی مطلوب نہیں! تو غامدی مسلک کے پیروکاروں کو تسلی رہے، میں غامدی صاحب کے ناقدین کے سخت خلاف ہوں۔ مجھے جب موقع ملتا ہے میں چھپ چھپا کر غلیل سے کوئی کنکر ناقدین غامدی پر دے مارتا ہوں، کبھی کوئی بد دعا دے دی، کسی کو "بد فطرت" کہہ دیا۔ میرے دوست بھی عجیب ہیں، مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ میں جم کر علمی تنقید کرنے اور سنبھلنے کی بجائے عورتوں کی طرح ناقدین غامدی کو کوستا رہتا ہوں، اور طعنے دیتا رہتا ہوں۔ بھئی، اگر تنقیدیں علمی ہوں، ٹھوس اور جاندار ہوں، تو پھر میرے پاس راستہ ہی کیا بچتا ہے؟ مت بھولیں کہ کسی شہ گھڑی میں عورتوں کے کوسنے کا بھی معجزانہ اثر ہو جایا کرتا ہے۔ خیر، میں فکر فراہی کا علم بردار ہوں، لیکن اس کی خاطر شہید ہونے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ جہاد و قتال ہمارے مکتب میں ویسے بھی منسوخ ہو چکا ہے۔ شہادت وغیرہ کے لیے تو ہمارے مشرب میں سرے سے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اور لڑنا تو بہر حال شرفاء کا دستور نہیں ہے۔ یہ مسلمہ اور متواتر شریعت ہے، ہم نے گزشتہ مئگل ہی یہ تصنیف کی ہے، ملیشیا میں ایک سکائب میٹنگ کے دوران! تو عرض ہے، کہ میں نے المود کے مفاد کے پیش نظر، اپنی عزت بچائی ہے، اپنی بقا کو یقینی بنایا ہے، اگر المود والوں کا دل اس سے ٹوٹ گیا ہے تو میں کیا کروں؟"

اب ایک اور صاحب اٹھے: عرفان شہزاد صاحب۔ انہوں نے جو ارشادات فرمائے ہیں ان پر مزاحیہ گفتگو تو ہمارے محترم استاد عزیز ابن الحسن صاحب اپنی فیس بک وال پر کر چکے ہیں۔ علمی و فکری تحریروں کے شائقین اس کی مراجعت فرمائیں۔ یہاں ہم اس پر نہایت سنجیدہ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ عرفان شہزاد صاحب کی تقریر کا حاصل یہ ہے:

یا ایھا الناس! میں ہمیشہ بہت بڑھ کر متجددانہ استعماری فرقوں کے حق میں نعرہ زنی کرتا رہا ہوں۔ مجھ سے میرے رفقاء کو بڑی امیدیں تھیں، کہ اس فکر پر ہونے والی ہر تنقید کے لیے میں سینہ سپر ہو جاؤں گا۔ لیکن لوگوں کا خیال ہے کہ میں ان کی امیدوں پر پورا نہیں اتر سکا اور میں نے ان کا دل توڑ دیا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہماری فکر کی غلطی واضح کرنے والی تنقیدوں کا دور، کسی ناگہانی آفت کی طرح، قبل از وقت آگیا۔ میرا خیال تھا کہ یہ دور میری زندگی میں نہیں آئے گا۔ لیکن یہ ناقدین بہت ناہنجار اور کم بخت ہیں۔ میرے آخری وقت کا بھی انتظار نہیں کیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ فکر غامدی سے تجدید عہد وفا نہیں کر رہا۔ میں بدستور اسی فکر پر قائم ہوں، کیونکہ میں سب کچھ چھوڑ سکتا ہوں، لیکن اس دینی فکر کو نہیں چھوڑ سکتا جس نے جدیدیت کو پاک و مطہر، بلکہ عین اسلام ثابت کر دیا ہے۔ ہمارے اوپر تنقیدیں تو ہوئی ہیں، لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ بس اس قدر سمجھ میں آ رہا ہے کہ ہمارے ناقدین کچھ اداق اور عمیق دینی و علمی نکات بیان کر رہے ہیں، جن سے ہمارے فرقے کی ساکھ کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے، جگہ جگہ ہماری رسوائی ہو رہی ہے۔ الحمد للہ، میں پورے اعتماد کے ساتھ ان سب تنقیدوں کو سمجھنے بغیر ہی رد کرتا ہوں۔ میں ہر اس تنقید کو بے کار اور ردی سمجھتا ہوں، جو میرے قلت مطالعہ اور قصور فہم کی وجہ سے سمجھ ہی میں نہ آئے۔ جواب کا مطالبہ کرنے والے ناقد بھی عجیب بات کر رہے ہیں۔ جس اعتراض کو میں سمجھ ہی نہیں سکا، اس کا جواب کیسے دوں؟ ہمارے ناقدین کو کچھ شرم کچھ حیا بھی لازم ہے۔ جب تک یہ تنقیدیں مجھے سمجھ میں نہ آئیں، میں جواب نہیں دوں گا، آپ جو چاہے کر لیں۔ لہذا غامدی صاحب کے ناقدین سے میری ایک درخواست ہے۔ وہ یہ، کہ اپنی تنقیدوں کو آسان، سہل اور سلیس پیرائے میں لکھ کر مجھے بھیج دیجیے، تاکہ میں انہیں سمجھ کر ان کا جواب دے سکوں۔ یہ تحریریں "Religion Made Easy for High School Kids" اور "درسی ماڈل ٹیسٹ پیپر" کی طرح لکھی ہوئی ہوں۔ اہم سوالات پر انگشت نمائی کا نشان بھی بنا ہوا ہو۔ مشکل الفاظ کے آسان معنی درج ہوں۔ حل مشکلات ہوں۔ اور جو جو اعتراض آپ نے مجھ پر وارد کرنے ہیں وہ پہلے ہی بتا دیجیے، اور ساتھ ان کا مختصر ساشانی جواب بھی لکھ دیجیے۔ بس پھر دیکھیے میں آپ جیسے ناقدین کی کیسی خبر لیتا ہوں!

اس نئی نویلی فکر کے خیر خواہوں کا خیال تھا کہ جب بھی غامدی صاحب پر کوئی تنقید ہوگی تو "اڑیں گے پُر زے"۔ ہزاروں سال اپنی بے نوری پہ رونے کے بعد، جب تنقیدیں شروع ہوئیں، تو حسن الیاس، عمار خان ناصر، اور عرفان شہزاد صاحبان کی یہ تقاریر سننے کو مل رہی ہیں! بس کیا کہوں، تمام تماش بینوں کے دل ہی ٹوٹ گئے۔ اختر بائی فیض آبادی کو کون نہیں جانتا۔ نظم کلام اور عربیت میں جاہلی شعراء کے ہم پلہ سمجھی جاتی ہیں، اور اس شعر میں تو انہوں نے بڑے بڑے صاحب طرز متاثرین غامدی پر "اتمام حجت" کر دی ہے۔

کچھ تو دنیا کی عنایات نے دل توڑ دیا

اور کچھ تلخی حالات نے دل توڑ دیا
ہم تو سمجھے تھے کہ برسات میں برسے گی شراب
آئی برسات تو برسات نے دل توڑ دیا
وہ میرے ہیں، مجھے مل جائیں گے، آجائیں گے
ایسے بے کار خیالات نے دل توڑ دیا۔
